معراج کی رات

[یہ وہ تقریر ہے جو ۲۰ اگست کو نشرگاہ لاہور سے نشر کی گئی تھی اور آل انڈیا ریڈیو کی اجازت سے یہاں نقل کی جاتی ہے]

عام روایت کے مطابق آج کی رات معراج کی رات ہے۔ یہ معراج کا واقعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سب سے زیادہ مشہور واقعات میں سے ہے۔ لیکن یہ جس قدر مشہور ہے اسی قدر افسانوں کی تہیں اس پر چڑھ گئی ہیں۔ عام لوگ عجوبہ پسند ہوتے ہیں۔ انکی عجائب پسندی کے جذبہ کو بس اپنی تسکین کا سامان چاہیے۔ اسلیے معراج کی اصل روح اور اسکی غرض اور اسکے فائدوں اور نتیجوں کو تو انہوں نے نظر انداز کر دیا اور ساری گفتگو اس پر ہونے لگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسم کے ساتھ آسمان پر گئے تھے یا صرف روح گئی تھی، براق کیا تھا، جنت اور دوزخ کا حال آپ نے کیا دیکھا اور فرشتے کس شکل کے تھے۔ حالانکہ دراصل یہ واقعہ تاریخ انسانی کے ان بڑے واقعات میں سے ہے جنہوں نے زمانہ کی رفتار کو بدلا اور تاریخ پر اپنا مستقل اثر چھوڑا ہے۔ اور اسکی حقیقی اہمیت کیفیت معراج میں نہیں بلکہ مقصد اور نتیجۂ معراج میں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ کرۂ زمین جس پر ہم آپ رہتے ہیں خدا کی عظیم الشان سلطنت کا ایک چھوٹا سا صوبہ ہے۔ اس صوبہ میں خدا کی طرف سے جو پیغمبر بھیجے گئے ہیں انکی حیثیت کچھ اس طرح کی سمجھ لیجیے جیسے دنیا کی حکومتیں اپنے ماتحت ملکوں میں گورنر یا وائسرائے بھیجا کرتی

ہیں۔ ایک لحاظ سے دونوں میں بڑا بھاری فرق ہے۔ دنیوی حکومتوں کے گورنر اور وائسرائے محض انتظام ملکی کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں۔ اور سلطان کائنات کے گورنر اور وائسرائے اس لیے مقرر ہوتے ہیں کہ انسان کو صحیح تہذیب، پاکیزہ اخلاق، اور سچے علم وعمل کے وہ اصول بتائیں جو روشنی کے مینارے کی طرح انسانی زندگی کی شاہراہ پر کھڑے ہوئے صدیوں تک سیدھا راستہ دکھاتے رہیں۔ مگر اس فرق کے باوجود دونوں میں ایک طرح کی مشابہت بھی ہے۔ دنیا کی حکومتیں گورنری جیسے ذمہ داری کے منصب انہی لوگوں کو دیتی ہیں جو انکے سب سے زیادہ قابل اعتماد آدمی ہوتے ہیں، اور جب وہ انہیں اس عہدے پر مقرر کر دیتی ہیں تو پھر انہیں یہ دیکھنے اور سمجھنے کا پورا موقع دیتی ہیں کہ حکومت کا اندرونی نظام کس طرح کس پالیسی پر چل رہا ہے، اور ان کے سامنے اپنے وہ راز بے نقاب کر دیتی ہیں جو عام رعایا پر ظاہر نہیں کیے جاتے۔ ایسا ہی حال خدا کی سلطنت کا بھی ہے۔ وہاں بھی پیغمبری جیسے ذمہ داری کے منصب پر وہی لوگ مقرر ہوئے ہیں جو سب سے زیادہ قابل اعتماد تھے، اور جب انہیں اس منصب پر مقرر کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے خود انکو اپنی سلطنت کے اندرونی نظام کا مشاہدہ کرایا اور ان پر کائنات کے وہ اسرار ظاہر کیے جو عام انسانوں پر ظاہر نہیں کیے جاتے۔

مثال کے طور پر حضرت ابراہیمؑ کو آسمان اور زمین کے ملکوت، یعنی اندرونی انتظام کا مشاہدہ کرایا گیا[1] اور یہ بھی آنکھوں سے دکھا دیا گیا کہ خدا کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے[2]۔ حضرت موسیٰ کو طور پر جلوۂ ربانی دکھایا گیا اور ایک خاص بندے کے ساتھ کچھ مدت تک پھرایا گیا تاکہ اللہ کی مشیت کے تحت دنیا کا انتظام جس طرح ہوتا ہے اسکو دیکھیں اور سمجھیں[3]۔ ایسے ہی کچھ تجربات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[1] وکذٰلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض (انعام - ۸)

[2] واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتیٰ (بقرہ - ۳۵)

[3] فوجدا عبدًا من عبادنا اٰتینٰہ رحمۃ من عندنا وعلمنٰہ من لدنا علما (کہف ۹ - ۱۰)

کے بھی تھے۔ کبھی آپ خدا کے مقرب فرشتے کو افق پر علانیہ دیکھتے ہیں[1]، کبھی وہ فرشتہ آپ سے قریب ہوتے ہوتے اس قدر قریب آجاتا ہے کہ آپ کے اور اسکے درمیان دو کمانوں کے بقدر یا کچھ اس سے بھی کچھ کم فاصلہ رہ جاتا ہے۔ کبھی وہی فرشتہ آپکو سدرۃ المنتہیٰ، یعنی عالم مادی کی آخری سرحد پر ملتا ہے اور وہاں آپ خدا کی عظیم الشان نشانیاں دیکھتے ہیں[2]۔

اسی نوعیت کے تجربات میں سے ایک وہ چیز ہے جس کو معراج کہتے ہیں۔ معراج صرف سیر اور مشاہدہ ہی کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایسے موقع پر ہوتی ہے جبکہ پیغمبر کو کسی کار خاص پر مقرر کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے اور اہم ہدایات دی جاتی ہیں۔ وہ حضرت موسیٰ کی معراج ہی تھی جبکہ انکو وادی سینا میں بلا کر احکام عشرہ (Ten Commandments) دیے گئے اور انکو حکم دیا گیا کہ مصر جا کر فرعون کو منشاء خداوندی کے مطابق نظام حکومت میں اصلاح کرنے کی دعوت دو۔ اسی طرح وہ حضرت عیسیٰ کی معراج تھی جب انہوں نے ساری رات پہاڑ پر گذاری اور پھر اٹھ کر بارہ رسول مقرر کیے اور وہ وعظ کہا جو پہاڑی کے وعظ کے نام سے مشہور ہے۔ ایسا ہی ایک اہم موقع وہ تھا جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طلب کیا گیا۔

یہ وہ وقت تھا جب آپ کو اپنے مشن کی تبلیغ کرتے ہوئے تقریباً بارہ سال گذر چکے تھے، حجاز کے اکثر قبائل میں، اور قریب کے ملک حبش میں آپ کی آواز پہنچ چکی تھی، اور آپکی تحریک ایک مرحلہ سے گذر کر دوسرے مرحلہ میں قدم رکھنے کو تھی۔ دوسرے مرحلہ سے میری مراد یہ ہے کہ اب وقت آگیا تھا کہ آپ مکہ کی ناموافق سرزمین کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف منتقل ہو جائیں جہاں آپ کی کامیابی کے لیے زمین تیار تھی۔ اس دوسرے مرحلہ میں آپکا مشن بہت پھیلنے والا تھا۔ صرف حجاز اور صرف عرب ہی

[1] ولقد رآہ بالافق المبین (التکویر)

[2] وھو بالافق الاعلیٰ ۔ ۔ ۔ ۔ الیٰ قولہ لقد رأیٰ من آیٰت ربہ الکبریٰ (النجم - ۱)

نہیں بلکہ گرد و پیش کی دوسری قوموں سے بھی سابقہ پیش آنا تھا، اور اسلام کی تحریک ایک اسٹیٹ میں تبدیل ہونے کو تھی، اسلیے اس اہم موقع پر آپ کو ایک نیا پروانۂ تقرر اور نئی ہدایات دینے کے لیے پادشاہ کائنات نے اپنے حضور میں طلب فرمایا۔

اسی پیشی وحضوری کا نام معراج ہے۔ عالم بالا کا یہ حیرت انگیز سفر ہجرت سے تقریباً ایک سال پہلے پیش آیا تھا۔ اس سفر کے ضمنی واقعات احادیث میں آئے ہیں، مثلاً بیت المقدس پہنچ کر نماز ادا کرنا، آسمان کے مختلف طبقات سے گذرنا، پچھلے زمانہ کے پیغمبروں سے ملنا اور پھر آخری منزل پر پہنچنا۔ لیکن قرآن ضمنی چیزوں کو چھوڑ کر ہمیشہ اصل مقصد تک اپنے بیان کو محدود رکھتا ہے اس لیے اس نے کیفیت معراج کا کچھ ذکر نہیں کیا بلکہ وہ چیز تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے جس کے لیے آنحضرت کو بلایا گیا تھا۔ قرآن کی سترھویں سورت میں آپکو یہ تفصیل مل سکتی ہے۔ اسکے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ میں مکہ کے لوگوں کو آخری نوٹس دیا گیا کہ اگر تمہاری سختیوں کی وجہ سے خدا کا پیغمبر جلاوطنی پر مجبور ہوا تو مکہ میں تم کو چند سال سے زیادہ رہنے کا موقع نہ مل سکے گا[۱]۔ اور بنی اسرائیل کو، جن سے عنقریب مدینہ میں پیغمبر سے براہ راست سابقہ پیش آنا تھا، خبردار کیا گیا کہ تم اپنی تاریخ میں دو زبردست ٹھوکریں کھا چکے ہو اور دو قیمتی موقعے کھو چکے ہو، اب تم کو تیسرا موقع ملنے والا ہے اور یہ آخری موقع ہے[۲]۔

دوسرے حصہ میں وہ بنیادی اصول بتائے گئے جن پر انسانی تمدن و اخلاق کی تعمیر ہونی چاہیے۔ یہ ۱۴ اصول ہیں[۳]:

---

[۱] وان کادوا لیستفزونك من الارض لیخرجوك منها واذا لا یلبثون خلفك الا قلیلا (بنی اسرائیل ۸)

[۲] وقضینا الی بنی اسرائیل ..... الی قوله عسیٰ ربکم ان یرحمکم (بنی اسرائیل ۱)

[۳] سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۳-۴

(۱) صرف اللہ کی بندگی کی جائے اور اقتدار اعلیٰ میں اسکے ساتھ کسی کی شرکت نہ تسلیم کیجائے

(۲) تمدن میں خاندان کی اہمیت ملحوظ رکھی جائے، اولاد والدین کی فرمانبردار و خدمت گذار ہو اور رشتہ دار ایک دوسرے کے ہمدرد و مددگار ہوں۔

(۳) سوسائیٹی میں جو لوگ غریب یا معذور رہوں یا اپنے وطن سے باہر مدد کے محتاج ہوں وہ بے وسیلہ نہ چھوڑ دیئے جائیں۔

(۴) دولت کو فضول ضائع نہ کیا جائے جو مالدار اپنے روپے کو برے طریقہ سے خرچ کرتے ہیں وہ شیطان کے بھائی ہیں۔

(۵) لوگ اپنے خرچ کو اعتدال پر رکھیں، نہ بخل کرکے دولت کو روکیں اور نہ فضول خرچی کرکے اپنے لیے اور دوسرے کے لیے مشکلات پیدا کریں۔

(۶) رزق کی تقسیم کا قدرتی انتظام جو خدا نے کیا ہے انسان اس میں اپنے مصنوعی طریقوں سے خلل نہ ڈالے، خدا اپنے انتظام کی مصلحتوں کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔

(۷) معاشی مشکلات کے خوف سے لوگ اپنی نسل کی افزائش نہ روکیں۔ جس طرح موجودہ نسلوں کے رزق کا انتظام خدا نے کیا ہے آنے والی نسلوں کے لیے بھی وہی انتظام کریگا۔

(۸) خواہشِ نفس کو پورا کرنے کے لیے زنا کا راستہ برا راستہ ہے لہذا نہ صرف زنا سے پرہیز کیا جائے بلکہ اسکے قریب جانے والے اسباب کا دروازہ بھی بند ہونا چاہیے۔

(۹) انسانی جان کی حرمت خدا نے قائم کی ہے لہذا خدا کے مقرر کردہ قانون کے سوا کسی دوسری بنیاد پر آدمی کا خون نہ بہایا جائے، نہ کوئی اپنی جان دے، نہ دوسرے کی جان لے۔

(۱۰) یتیموں کے مال کی حفاظت کی جائے، جب تک وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل نہ ہوں ان کے حقوق کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔

(۱۱) عہد و پیمان کو پورا کیا جائے، انسان اپنے معاہدات کے لیے خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔

(۱۲) تجارتی معاملات میں ناپ تول ٹھیک ٹھیک راستی پر ہونی چاہیئے، اوزان اور پیمانے صحیح رکھے جائیں۔

(۱۳) جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کی پیروی نہ کرو، وہم اور گمان پر نہ چلو، کیونکہ آدمی کو اپنی تمام قوتوں کے متعلق خدا کے سامنے جواب دہی کرنی ہے کہ اس نے انہیں کس طرح استعمال کیا۔

(۱۴) نخوت اور تکبر کے ساتھ نہ چلو، غرور کی چال سے نہ تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں سے اونچے ہو سکتے ہو۔

یہ ۱۴ اصول جو معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے تھے، انکی حیثیت صرف اخلاقی تعلیمات ہی کی نہ تھی، بلکہ یہ وہ پروگرام تھا جس پر آپ کو آئندہ سوسائٹی کی تعمیر کرنی تھی۔ یہ ہدایات اُس وقت دی گئی تھیں جب آپکی تحریک عنقریب تبلیغ کے مرحلہ سے گذر کر حکومت اور سیاسی اقتدار کے مرحلے میں قدم رکھنے والی تھی، لہذا یہ گویا ایک مینی فسٹو تھا جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ خدا کا پیغمبر ان اصولوں پر تمدن کا نظام قائم کریگا۔ اسی لیے معراج میں یہ ۱۴ نکات مقرر کرنے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے تمام پیروانِ اسلام کے لیے پانچ وقت کی نماز فرض کی[1] تاکہ جو لوگ اس پروگرام کو عمل کا جامہ پہنانے کے لیے اٹھیں ان میں اخلاقی انضباط پیدا ہو اور وہ خدا سے غافل نہ ہونے پائیں، ہر روز پانچ مرتبہ انکے ذہن میں یہ بات تازہ ہوتی رہے کہ وہ خود مختار نہیں ہیں بلکہ ان کا حاکم اعلیٰ خدا ہے جسکو انہیں اپنے کام کا حساب دینا ہے۔

۱؎ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا (بنی اسرائیل - ۹)